قحط عام الرمادہ

اسلامی جمہوریت میں غریبوں بیکسوں بھوکوں بیماروں اور پناہگزینوں کی امداد

خالد کمال مبارکپوری متعلم دار العلوم دیوبند

ملک عرب میں خلافت فاروقی میں نہایت خطرناک قسم کا قحط نمودار ہوا، اس قحط کو عرب اپنی زبان میں "عام الرمادہ" کہتے ہیں، سارا ملک خشک سالی کی وجہ سے تباہ ہوگیا لوگ بے پناہی کے عالم میں اپنی بستیوں اور گھروں سے بھاگ کر دار الخلافہ "مدینہ منورہ" کے اردگرد جمع ہونے لگے، تھوڑے ہی عرصہ میں بھوک کے مارے ہوئے انسانوں نے چاروں طرف سے مدینہ کو گھیر لیا، یہ خطرناک زمانہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، مقام "راس ثنیہ" سے لیکر "راتج"، "بنی حارثہ"، "بنی عبد الاشہل"، "بقیع"، اور "بنی قریظہ" تک بھوکے، پیاسے بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا، اور ان کے بیچ میں مدینہ منورہ کی بستی ایک بلند ٹیلہ کی طرح نمایاں تھی، جو دیکھنے والوں کے لئے آخری سہارا تھی، اور کیوں نہ ہوا ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ

المدینة خیر لهم لو کانوا یعلمون — سرزمین مدینہ انسانوں کے لئے بہتر ہے اگر اسے لوگ سمجھیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عام اور عہد فاروقی کی برکت نے سارے ملک کے قحط زدوں کو کشاں کشاں مدینہ منورہ میں جمع کر دیا،

ان کی تعداد کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ جن قحط زدہ مہاجرین کو دار الخلافہ میں بلا کر کھانا دیا جاتا ہے ان کو شمار کیا جائے، جب دوسرے دن شام کو کھانا کھاتے وقت ان کا شمار کیا گیا، تو دسترخوان خلافت پر سات ہزار صرف مرد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا ان بچوں، عورتوں اور مریضوں کا بھی شمار کیا جائے جو اس دسترخوان پر نہیں آتے ہیں، بلکہ ان کا راشن ان کی قیام گاہ تک پہونچا دیا جاتا ہے، چنانچہ ایسے مصیبت زدہ انسانوں کی کل تعداد چالیس ہزار نکلی، دو چار دن کے بعد جب آنے والوں کی اور کثرت ہوگئی تو پھر آپ نے مردم شماری کا فرمان جاری کیا، شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ صرف دار الخلافہ کے دسترخوان پر کھانے والوں کی تعداد اب دس ہزار ہوگئی ہے اور دوسرے لوگوں کی تعداد پچاس ہزار ہے،

مفلسوں، بیکسوں، بھوکوں، بیماروں، اور حاجت مندوں کی یہ تعداد شاید آج کے ہندوستان و پاکستان کے مہاجروں اور شرنارتھیوں کے مقابلہ میں کچھ کم معلوم ہوتی ہو۔ مگر جس دور کا یہ واقعہ ہے اس دور کے قیصر و کسریٰ۔ کے دماغ اس کے تخیل سے بھی چکرا جاتے تھے۔

یہ یاد رہے کہ یہ بھوکے پیاسے وہی اعرابی لوگ ہیں جو سر راہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ لیتے تھے، کہ یہ فیصلہ کرو تو یہاں سے ہٹو، جو بھرے مجمعوں میں اپنے خلیفہ کو اس طرح گھیر لیتے کہ بغیر معقول جواب دہی کے نہ جانے دیتے،

حضرت عمرؓ نے ان آنیوالوں کا استقبال کیا، بیت المال کی کنجیاں ان کے مجمع میں رکھدی، اور ان بھوکوں کے کھلانے میں، پیاسوں کے سیراب کرنے میں، بیماروں کو دوا دینے میں اور مردوں کے کفن دفن کرنے میں وہ فراخ دلی دکھائی کہ آج کی عوامیت اور اشتراکیت سر بگریبان ہے کہ اسے کیا کہیے،

اس واقعہ فاجعہ سے پہلے عرب میں نہ کبھی ایسا مہلک قحط پڑا تھا، نہ اتنے انسان اپنی اپنی بستیاں چھوڑ کر ایک نظام سے داد رسی کی امید پر ایک جگہ جمع ہوئے تھے، اور نہ ہی عرب کے بدوؤں اور امور تمدن سے بیگانوں کو اس قدر خورد و نوش کے انتظام کرنے کا اتفاق ہوا تھا، مگر دیکھنا ہے کہ اب ان کا انتظام کس طرح اور کون لوگ کرتے ہیں؟

جب آنے والوں کی تعداد قابو سے باہر ہونے لگی اور سر سے پانی گذرنے لگا، تو حضرت عمرؓ نے اسلامی اسٹیٹ کی جانب سے ہنگامی صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چار بیدار مغز لوگوں کو مقرر فرمادیا کہ تاکہ یہ لوگ ان قحط زدہ مہاجرین کی بحالی کر سکیں اور بر وقت کھانا، پانی، گوشت سالن مہیا کریں،

ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ یزید بن اخت النمر۔

۲۔ مسور بن مخرمہ۔

۳۔ عبد الرحمن بن عبد القاری۔

۴۔ عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود۔

بالفاظ دیگر "وزارت غذا" کا محکمہ چار افراد کے سپرد کیا گیا، ان کا کام یہ تھا کہ مہاجرین کی نگرانی کریں۔ اور ان کا کھانا، گوشت شوربہ وغیرہ خاص احتیاط سے سب میں تقسیم کرائیں اور رات کے وقت حضرت عمرؓ کے سامنے ان مہاجرین کی ساری خبر اور ان کے مکمل حالات کی رپورٹ پیش کریں، ان چاروں افراد میں ہر ایک کا حلقہ الگ الگ تھا جس کا وہ ذمہ دار اور جوابدہ تھا، ان کی تعیناتی کے باوجود حضرت عمرؓ خود خیموں میں گھوم گھوم کر خبر گیری کرتے، ان کی زبانی ان کے حالات معلوم کرتے، دار الخلافت کی طرف سے روزانہ کھانا تیار کیا جاتا تھا، مریضوں کے مرض کا خاص لحاظ کیا جاتا تھا، ان کی صحت کے خیال سے حضرت عمرؓ گھی تیل اور گوشت وغیرہ میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے،

رات کے پچھلے پہر ہی دیگین چولہے پر چڑھ جاتین اور اس کی نگہداشت کرنے والے اس وقت سے کھانا تیار کرنے مین مصروف ہو جاتے اور صبح ہوتے ہوتے دکسر کور، ایک ہلکی غذا تیار کر لیتے جو خاص طور سے بیمارون کو دی جاتی تھی،

مالک بن حدثانؓ کا بیان ہے کہ جب عام الرمادؓ کا ہولناک زمانہ آیا تو میری قوم بنی نضر نے بھی گھر بار چھوڑ کر عمرؓ کے گھر کی راہ لی، پوری قوم ایک سو گھرانے مین تقسیم تھی، چنانچہ ایک سو گھرانے کی یہ آبادی "جبانہ" پہ جا کر ٹھہری، مین بھی ان کے ہمراہ تھا، مین نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ اپنے آس پاس کے لوگون کو خود کھلاتے تھے، اور جو لوگ نہین آ سکتے تھے ان کے پاس آٹا، کھجور، سالن وغیرہ بھجواتے تھے۔ اسی اصول کے مطابق ہمارے پاس بھی اتنی مقدار مین راشن وغیرہ بھجوا دیتے تھے کہ بسا اوقات ایک ماہ کے لئے کافی ہوتا تھا، نیز حضرت عمرؓ مریضون کی دیکھ بھال خود فرماتے، جو مر جاتا تھا اس کے کفن کا انتظام فرماتے، مین نے یہ ہولناک منظر دیکھا ہے کہ جب لوگون نے "ثفل" کھایا تو بکثرت اموات ہونے لگین، اس وقت مین نے حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے کہ خود آ کر ان کی نماز جنازہ پڑھا کرتے، بعض مرتبہ دس دس میت پر ایک دفعہ نماز پڑھتے تھے،

اسلم راوی کا بیان ہے کہ جب مہاجرین مین موت کا پھیرا ہوا تو میرے اندازمین دو تہائی انتقال کر گئے، اور ایک تہائی بچ گئے،

ان حالات مین خلیفۂ وقت کی ذمہ داری کے احساس کا یہ عالم تھا کہ جب تک عام الرمادؓ کا ہلاکت خیز زمانہ رہا حضرت عمرؓ نے ایک وقت بھی مہاجرین کو چھوڑ کر نہ اپنے کسی لڑکے کے گھر مین کھایا نہ اپنی کسی عورت کے گھر کا دانا منھ مین ڈالا، اس مدت مین غذائے عمرؓ وہی چند لقمے تھے، جو ان بیکسون کی غمخواری کے لئے ان کے ساتھ بیٹھ کر حلق کے نیچے اتارے تھے، ان ہی دنون کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک بچے کے ہاتھ مین تربوز کی قاش دیکھی تو اس سے کہا افسوس تم امیرالمومنین کے لڑکے ہو کر تربوز کھا رہے ہو اور امت محمدیہ فاقہ مستی کی وجہ سے لاغر ہو چکی ہے، یہ جملہ سن کر بچہ روتا ہوا بھاگنے لگا، آپ نے چپ کرا کے صحیح واقعہ پوچھا تو گھر کے لوگون نے بتایا کہ آپ کے اس بچے نے ایک مٹھی گٹھلی کے بدلے تربوز کی یہ قاش خریدی تھی،

آپ نے صورتِ حال کی نزاکت کے پیش نظر اعلان فرما دیا کہ اگر قحط زدہ لوگون کی امداد کے سلسلہ مین "بیت المال" خالی ہو جائے گا تو مین مدینہ کی بستی مین جتنے گھر ہین ان مین سے ہر ایک کے ساتھ اتنے ہی مہاجر لگا دون گا جتنے آدمی اس مین رہتے ہین، اس سے کم از کم یہ تو ہوگا کہ اگر ایک گھر کے لوگ بھر شکم کھاتے تھے تو اب وہ آدھا شکم کھائین گے اور اس طرح اتنے ہی آدمی آدھا شکم کھا سکین گے، نصف کھانا کھانے سے آدمی مرنے سے تو بچ جائے گا،

"دارالخلافہ کے اردگرد موت وحیات کا یہ نازک دور انتہائی خطرناک حالت مین برپا رہا۔ "خلافتِ اسلامیہ" نے اپنے خزانے کھول دیئے اور خلیفۂ وقت کی زندگی لوگون کی حیات کے لئے وقف ہو گئی تھی آخر کار خدا خدا کر کے وہ دور بھی آیا کہ خدائے رحمٰن و رحیم کے آسمان سے رحمت کی بارش ہوئی، قحط کی ساعت ختم ہوئی اور فراخی کا زمانہ آیا، اب ان مہاجرین کی واپسی کا مسئلہ سامنے آیا۔ ان کو اپنے اپنے گھرون مین کس طرح پہونچایا جائے، ایک مدت سے خزانۂ خلافت لٹ رہا ہے، ان کے اخراجات سفر کہان سے جیتا

کے جائین، لیکن ان تمام سوالون کا جواب اس طرح نمودار ہوا، کہ صورت حال کے بہتر ہو جانے پر خلافت کی جانب سے فیصلہ فاروقی پناہ گزینون کو سنا دیا گیا کہ بستیون سے نکل کر جہان صحراؤن مین تم رہتے تھے چلے جاؤ۔ اور ان کی واپسی مین خلافتِ اسلامیہ کی وزارت بحالی مکمل طور پر تعاون کر رہی تھی، حتی کہ خود خلیفۂ وقت ضعیفون کو ان کے وطن پہنچانے مین پوری کوشش کر رہا تھا،

(یہ سارے واقعات طبقات ابن سعد طبع یورپ ج ۳ قسم اول سے لئے گئے مین)

ان واقعات کی موٹی موٹی باتون پر غور کرو۔

تقریباً ایک لاکھ دیہاتیون کا کھانے، کپڑے، اور دیگر ضروریات زندگی کے نہ ملنے سے مدینہ مین آکر پناہ گزین ہو جانا، خلافت کی طرف سے ان کے لئے کھانے کپڑے، صحت اور ہر قسم کی ضروریات کا پورا کرنا، مریضون، مجبورون کو ان کے مقام تک راشن وغیرہ پہونچانے کا انتظام، بیمارون کی دیکھ بھال اور دوا علاج کا مکمل بندوبست اور صورتِ حال کی نزاکت کے پیشِ نظر ہنگامی قانون کا نفاذ کہ اگر ضرورت پڑے گی تو ہر خاندان مین اسی کی مقدار مین پناہ گزین رکھے جائین گے جن کے کھانے کا بندوبست خود اس خاندان کو کرنا ہوگا۔ خلافت کی عام رعایا کا ان کے ساتھ اس قدر اظہار ہمدردی کرنا کہ خود خلیفہ اپنے بچے کے ہاتھ مین تربوز کی ایک قاش تک دیکھنا گوارا نہ کرے اور پھر اس فضا کا اس وقت تک قائم رہنا کہ قحط کا زمانہ ختم ہو گیا اور رحمت کے نزول کا دور آیا، اس نقشہ کو ذہن کے سامنے رکھو اور پھر بتاؤ کہ کیا اس سے بہتر مثال آج کی جمہوریت یا ڈیموکریسی یا کمیونزم مین مل سکتی ہے؟